سورۃ یٰسین کی منتخب آیات کی تفسیر

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

سورہ کا آغاز قسمیہ کلمات سے ہے۔ ابتدائی آیات میں ساری سورۃ کے مضامین کے متعلق اشارہ فرمایا ہے۔

یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o

"یٰسین" قسم ہے قرآن کی جو حکمتوں سے بھرا ہوا ہے۔ بے شک آپ نبیوں میں سے ہیں۔ (۱)

اس کے بعد اہل مکہ کی ہٹ دھرمی کو بھی اعلانیہ بیان فرمایا:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِ ھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ o

ان میں سے اکثر پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہے، پس وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (۲)

ہدایت کے لئے شرائط

اور اس کے ساتھ ہی ان کی ہٹ دھرمی پر چند علامات بیان فرمادیں اور فرمایا کہ ہدایت کے حصول کے لئے درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ ارشاد تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ

بے شک آپ اس شخص کو نصیحت کر سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے بن دیکھے ڈرتا رہا ہو۔ (۳)

گویا قرآن مجید سے استفادہ کے لئے دو صفات کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔

(۱) بن دیکھے اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہو۔ یعنی ہمیشہ اللہ کی عظمت کا اعتراف و اقرار کرے۔

(۲) نصیحت کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہے۔

نامہ اعمال کی تیاری تین طرح سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ٥

ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کے ان اعمال کو لکھتے چلے جاتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں اور ان اعمال کے آثار و نتائج کو بھی درج کرتے ہیں جو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (۴)

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی زندگی میں اعمال کا اندراج تین طرح سے ہوتا ہے:

ایک وہ عمل جو اس نے کر دیا۔ دوسرا اس عمل کے اثرات اس کی اپنی شخصیت پر۔ تیسرے اس عمل کے نتائج و عواقب جو بہت طویل عرصے تک جاری رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے ہسپتال قائم کر دیا جب تک اس ہسپتال میں لوگوں کا علاج ہوتا رہے گا اسے اس کا اجر پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح ایک شخص نے مہلک شے ہیروئن ایجاد کی۔ جب تک لوگ اس موذی نشے کا استعمال کرتے رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں تمام اثرات اور تباہ کن نتائج لکھے جاتے رہیں گے۔

مبلغ کے دو بنیادی اوصاف۔۔بے غرضی اور ہدایت یافتہ ہونا

سورۃ یسین میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بستی میں دو رسولوں کو بھیجا گیا تو بستی کے لوگوں نے نہ صرف ان کے ساتھ بحث و تمحیص کی بلکہ ان کی بات بھی نہیں مانی۔ اس بستی میں سے ایک شخص اٹھا اور اسنے ان رسولوں کی حمایت کی اور یوں کہا:

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ٥ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ٥

اے لوگو! ان اللہ کے بھیجے ہوئے لوگوں کا اتباع کرو (ان میں دو خوبیاں ہیں کہ) انہیں دنیا کی طلب نہیں (اور دوسری بات یہ ہے کہ) یہ خود ہدایت یافتہ لوگ ہیں (۵)

نہ صرف یہ کہ ہدایت کی طرف دوسروں کو بلاتے ہیں بلکہ اس ہدایت پہ خود بھی مخلصانہ طور پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک صحیح مبلغ اور داعی میں دو بنیادی صفات کا موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ بے غرضی سے اور کسی اجر یا مزدوری کے لالچ کے بغیر دین کا کام کرتا چلا جائے۔ دوسرا یہ کہ جس دعوت اور ہدایت کی طرف وہ اوروں کو بلا رہا ہے، اس پر خود بھی عمل کرنے والا ہو۔ اس کی اصل دعوت یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کا طلبگار رہے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے واصل کرے۔

کچھ اور مانگنا میرے مذہب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے میرے دست سوال میں

برزخی زندگی پہ قطعی دلیل۔ شہید کا مرتے ہی جنت میں داخل ہو جانا

واقعہ یوں ہوا کہ بستی کے لوگوں نے اس شخص کو قتل کر دیا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً جنت میں داخل کر دیا۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝

کہا گیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے کہا کاش! میری قوم کے لوگ یہ جان جاتے کہ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے اور عزت والوں میں شامل کر دیا ہے۔ (۶)

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ ادھر اس آدمی کو شہید کیا گیا اور ادھر وہ سیدھا جنت میں چلا گیا اور اس کی قبر کو جنت کا ٹکڑا بنا دیا گیا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حیات برزخ قرآن سے ثابت ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

تباہی کا سبب

اور پھر اس قوم کو ایک چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا اور اس کی وجہ بھی بیان کی:

مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

ان کے پاس جب بھی کوئی نبی آتا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے۔ (۷)

دلائل توحید

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت کے لئے زمینی نباتات کے اگنے پر غور کی دعوت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ایک دانے میں سے اناج، غلہ، پھل اور طرح طرح کی نعمتیں پیدا کرتا ہے۔

اور اس کی بعد ہر دیہاتی اور شہری کے مشاہدے میں آنے والے رات دن کا ذکر فرمایا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

ان کے لئے ایک نشانی ہے کہ رات میں ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے

ٹھکانے کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ زبردست عظیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ (۸)

ایک سائنسی انکشاف۔ قرآن کا کھلا معجزہ

یہ آیات اس زمانے میں نازل ہوئیں جب کہ زمین کو چپٹا سمجھا جاتا تھا۔ اس کے گول ہونے یا اس کے سیارہ ہونے یا اس کے حرکت کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ادھر قرآن مجید سب کو سیارگان قرار دے رہا ہے اور سب کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا مدار ہے اور یہ تیر رہے ہیں۔ یہ بالکل وہ تصور ہے جو اس دور کی فزکس نے آکر انسان کو دیا ہے کہ فلک کے اندر ستارے تیر رہے ہیں جو خلا میں ہے اور پھر اس کو ہمارے لئے نشانی قرار دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ زمین اپنے محور سے ساڑھے تیئس کے زاویے پر ٹیڑھی کھڑی ہے بالکل سیدھی نہیں ہے۔ اگر ٹیڑھی نہ ہوتی تو دن اور رات کا یہ آنا جانا اس طرح سے ممکن نہ ہوتا۔ صرف زمین ہی نہیں دیگر سیارگان بھی اس زاویے پر ٹیڑھے ہیں اور اسی طرح وہ اپنے اپنے مدار کے گرد اور پھر اپنے فلک اور نظام شمسی میں حرکت کر رہے ہیں۔ صاف کہا گیا کہ سورج اپنے ٹھکانے یعنی اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے۔ ہم نے بچپن میں پڑھا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد حرکت کرتی ہے جبکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا سورج اپنے مستقر کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔ یہ کیا بات ہے، آیا قرآنِ مجید کی یہ باتیں سائنس کے خلاف ہیں؟ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ انیسویں صدی کی سائنس میں سورج نے حرکت کرنا شروع کر دی اور بہت تیزی سے پورے نظام شمسی سمیت اس نے چلنا شروع کر دیا۔ گویا یہ اقرار تھا کہ سائنس دان پانچ سو سال تک جھک مارتے رہے اور قرآنِ مجید میں جو بات کہی گئی کہ سورج صرف خود حرکت کر رہا ہے بلکہ پورا نظامِ شمسی (Solar System) پورے کا پورا حرکت کر رہا ہے اور نا معلوم کتنے نظام ہائے شمسی ہیں جو مسلسل حرکت کر رہے ہیں اور وہ کہاں جا رہے ہیں، اس کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چلا۔ بس آخری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ سورج نا معلوم ٹھکانے کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ اللہ جانے آئندہ سائنس دان کو درست کہتے ہیں یا غلط مگر یہ ضرور ہوا کہ سائنس کچھ بالغ ہو رہی ہے، اس نے قرآن کی اس بات کو مان لیا۔

عقل کی کوتاہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَمَا خَلۡفَکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۝

جو کچھ تمہارے آگے اور پیچھے ہے اس سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۹)

مطلب یہ ہے کہ آگے روز جزا ہے اور پیچھے اعمال چھوڑ آئے ہیں۔ دونوں ڈرنے کے لائق! مگر بزعمِ خود عقلاء کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو تو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی اپنی عقل میں پختگی اور رسوخ نہیں ہے جس کے باعث وہ ہمیشہ رد اور انکار کی راہ پر چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اعزاء و اقارب کے حقوق تک کی ادائیگی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

کفار کی ایک چال

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْيَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَه

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اللہ چاہتا تو خود کھانا کھلا دیتا۔ (۱۰)

حیرت کی بات ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق تو یہ خرچ نہیں کرتے لیکن دکھانے کو مختلف ناموں سے فلاحی تنظیموں کا جال بچھاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اپنے ہمدرد ہونے کا یقین دلا کر ان کو گمراہی کی طرف مائل کر سکیں۔ یہ لوگ اپنے بخل کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ آخر ہم ان لوگوں کے نان و نفقہ کا انتظام کیوں کریں، انہیں کیوں کھلائیں پلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے سے محروم رکھا ہوا ہے؟ اگر انہیں کھلانا اس قدر ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود ہی کیوں نہیں کھلا دیا۔

بات یہ ہے کہ یہ بیوقوف نظام دنیا کے بارے میں اتنی سی بنیادی بات نہیں سمجھتے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے پینے کے لئے بنائی، نہ کھلانے پلانے کے لئے۔ یہ دنیا تو صرف امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں پر کچھ لوگوں کو کھلا کر آزمایا جا رہا ہے اور کچھ لوگوں کو بھوکا رکھ کر امتحان میں ڈالا گیا ہے۔

حشر کی منظر کشی

اس کے بعد ان کے مطالبہ قیامت کا ذکر ہے تو اس بارے میں فرمایا کہ

مَايَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَo فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَo وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَo قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَالرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَo اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَاهُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَo فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًاوَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo

یہ تو ایک چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں آ پکڑے گی کہ یہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو واپس جا سکیں گے اور جب صور پھونکا جائے گا تو یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کہیں گے: کہ ہائے ہماری ہلاکت! ہمیں کس نے خواب گاہوں سے اٹھایا؟ (کہا جائے گا) یہ وہی ہے جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور نبیوں نے سچ کہا تھا۔ صرف ایک آواز کا آنا ہو گا اور سب ہمارے روبرو حاضر ہو جائیں گے۔ اس دن کسی شخص پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔ (۱۱)

یعنی مطالبہ کرنے والے اس قدر حواس باختہ ہو جائیں گے کہ انہیں ہوش تک نہ رہے گا کہ ہم کس چیز کا مطالبہ کرتے رہے ہیں اور اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ادھر اہل ایمان کے اطمینان کی حالت یوں ہو گی:

اہل جنت کے لئے رب رحیم کی طرف سے سلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ٥ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ٥ لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ٥ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ٥

اہل جنت اس دن عیش و نشاط کے مشغلے میں ہوں گے۔ وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایہ میں تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں ان کے لئے پھل اور ان کی حسب خواہش چیزیں ہوں گی اور یہ کہ رب رحیم کی طرف سے (انہیں) سلام کہا جائے گا۔ (۱۲)

مجرموں کو سب کے سامنے الگ چھانٹ دیا جائے گا

ان دونوں طبقوں کے ذکر کے بعد جو بیان ہے، وہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ٥

اے مجرمو! آج کے دن تم الگ ہو جاؤ۔ (۱۳)

قیامت کے روز مجرموں سے کہا جائے گا کہ اب تک تو تم دنیا میں میرے بندوں کے اندر گھسے رہے۔ ایک گھر ایک چھت، ایک محلے اور ایک ملک میں پتا نہیں چلتا تھا کہ ان میں نیک کون ہے اور مجرم کون ہے؟ لیکن آج تم علیحدہ ہو جاؤ۔

یہ حکم حشر کے میدان میں کیا جائے گا۔ اب ذرا غور کیجئے کہ اگر حشر کے میدان میں ہمیں بھی مجرموں کی صف میں الگ کر دیا گیا تو ہمارے بچاؤ کی کیا صورت ہو گی؟ سچ تو یہ ہے کہ اگر سورۃ یٰسین قرآن کریم کا دل ہے تو یہ آیت کریمہ

سورۃ یٰسین کا دل ہے۔ جس کو سمجھنے کے بعد ساری کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔ جب حشر کے میدان میں تمہیں بہت سمجھایا (سمجھانے کے لئے کتابیں بھی بھیجیں، رسول بھیجے جو تمہیں یہی کہتے تھے) کہ دیکھو شیطان کی عبادت نہ کرو اور اس کے بعد اس علیحدگی کا سبب بیان فرمایا۔

عبادت شیطان سے مراد اطاعت شیطان ہے

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌo وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌo وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَo هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَo اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَo اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَo وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَo وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَo وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَo وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌo لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَo وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَo

آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ دی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی کرو؟ یہ سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو، اس کی پاداش میں اب اس کا ایندھن بنو۔ آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں موند دیں پھر یہ راستے کی طرف لپک کر دیکھیں۔ ہم چاہیں تو انہیں ان کی جگہ ہی پر اس طرح مسخ کر دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں، نہ پیچھے پلٹ سکیں۔ تو جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں، اس کی ساخت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں۔ کیا یہ حالت دیکھ کر تمہیں عقل نہیں آتی؟ ہم نے اس نبی کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری اس کو زیب دیتی ہے۔ یہ ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب تاکہ یہ کتاب ہر اس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کیے اور اب

یہ ان کے مالک ہیں ؟ ہم نے انہیں کس طرح ان کے بس میں کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں۔ (۱۴)

یہاں عبادت سے مراد اطاعت ہے کیونکہ کوئی شخص شیطان کو سجدہ یا رکوع نہیں کرتا۔ اس لئے یہاں اس بات سے کہ ''شیطان کی عبادت نہ کرو'' سے مراد یہ ہے کہ شیطان کا کہنا نہ مانو' شیطان کی اطاعت نہ کرو۔ اور اللہ کی عبادت کرو جو سیدھا راستہ ہے۔ لیکن افسوس تم نے یہ بات نہیں مانی اور اب تمہاری حجت بازی کام نہ آئے گی کہ ہم نے یہ عمل نہیں کیا اور یہ عمل نہیں کیا۔ کیونکہ تمہارے منہ پر مہر کر دیں گے اور تمہارے ہاتھ' پاؤں اور جسم کے باقی اعضاء خود گواہی دیں گے کہ اے اللہ! ہم تو تیری ملکیت تھے' تو نے ہی ہمیں پیدا کیا تھا لیکن اس ظالم نے تیری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کیا۔ یعنی انسان کے ہاتھ' پاؤں' آنکھیں' زبان' ناک' کان الغرض ہر ایک چیز انسان کے خلاف گواہی دے گی۔ اس دن پتہ چلے گا وہ چیزیں جو انسان اپنی سمجھتا تھا' یہ تو جاسوس نکلیں۔ یہ تو سب پرائی نکلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حشر کی اس رسوائی سے محفوظ فرمائیں۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں ہے کہ جسے لمبی عمر عطا کر دیتے ہیں اس کی ذہنی حالت کو ہم الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ انسان بچپن سے جوان ہوتا ہے اور اس کی سمجھ پختہ ہو جاتی ہے۔ پھر بہت بڑھاپے میں اس کی سوچ کا انداز' اس کی ضد ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی گفتگو میں بھی بچپنا جھلکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے بہت شدید بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَرَمِ

اے اللہ! بہت بڑھاپے سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (۱۵)

یعنی ایسی عمر میں جب انسان معذور ہو جائے' اس کے قویٰ مختل ہو جائیں' عقل جاتی رہے' نہ کسی کو ٹھیک طرح سے پہچان سکے' نہ کسی کے ساتھ ٹھیک طرح سے بات کر سکے۔ کھانے' پینے' چلنے پھرنے' حتیٰ کہ رفع حاجت تک میں محتاج ہو جائے۔ ایسی عمر سے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے۔

چاہنے اور چاہت کے پورا ہونے میں کیا وقفہ نہ ہو گا ؟

سورۃ یٰسین کا اسلوب خاصا انوکھا ہے۔ قیامت کا ایک نقشہ کھینچا گیا۔ اس میں اہل جنت کی کیفیت بیان کی گئی کہ کس طرح بہت آرام' سکون اور مزے سے وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور تختوں سے مراد لکڑی کے یہ پھٹے نہیں ہیں بلکہ تخت شاہی ہیں اور وہاں جس چیز کو ان کا جی چاہے گا یا جو طلب کریں گے' فوراً ان کے سامنے موجود ہو گی یعنی طلب میں اور کسی چیز کے موجود ہونے میں کوئی وقفہ اور فاصلہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی صفت بیان فرمائی کسی کام کے بارے میں ارادہ یا حکم فرماتے ہیں تو وہ ہو چکی ہوتی ہے۔ کن فیکون ہو جا اور وہ فوراً ہو جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادے اور کسی چیز کے ہو جانے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے

اپنے بندوں کو اس صفت کی ایک جھلک سے قیامت کے روز بہرہ ور کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَکُمْ فِیۡھَا مَاتَشۡتَھِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡھَا مَا تَدَّعُوۡنَo نُزُلاً مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍo

جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز کو تم طلب کرو گے' وہ تمہارے سامنے موجود ہو گی' اس لئے کہ تم اپنے پروردگار کی مہمانی میں ہو گے۔ یہ اس کی طرف سے مہمانی ہے۔(١٦)

ملکیت کی بناء نہ سرمایہ ہے نہ محنت بلکہ عطائے ربانی ہے

یہاں ایک اور بات کا پتا چلا کہ موجودہ زمانے میں ایک بحث چل رہی ہے کہ ملکیت کی اصل بناء کیا ہے ؟ سرمایہ یا محنت ؟ سرمایہ دارانہ نظام (Capitlism) میں سرمائے کو ملکیت کی اساس قرار دیا جاتا ہے جبکہ سوشلسٹ سوسائٹی میں محنت کو ملکیت کی اساس قرار دیا جاتا ہے جبکہ سوشلسٹ سوسائٹی میں محنت کو ملکیت کی اساس قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں کی نفی کی ہے۔ اس ارشاد ربانی کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہاری ملکیت کی اساس اور بنیاد ہماری عطاء ہے۔ یعنی یہ امانت ہے۔

در حقیقت مالك ہر شے خدا ست

ایں امانت چند روزہ نزد ماست

یعنی ہر چیز کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس نے یہ سب چیزیں چند روز کے لئے بطور امانت ہمیں دی ہیں۔

آخرت پر قوی دلائل

اور پھر انسان کو اس کے اپنے نفس پر غور کی دعوت دی۔ ارشاد باری ہے :

قُلۡ یُحۡیِیۡھَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَھَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَ ھُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُo الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡہُ تُوۡقِدُوۡنَo اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَھُمۡ ؕ بَلٰی وَھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُo اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُo فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَo

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی ؟ اس سے کہو کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور وہ

تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولھے روشن کرتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں جبکہ وہ ماہر خلاق ہے؟ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف پلٹائے جانے والے ہو۔ (۱۷)

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے
یہ ہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں مثالیں دیتا ہے۔ جھگڑے کی باتیں کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اپنی پیدائش کے مرحلوں پہ غور کرو گے تو شرما جاؤ گے۔ نیز جب انسان یہ کہتا ہے مر کر مٹی میں مٹی ہو جائیں گے' ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی' تو نئے سرے سے ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی بھی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اور اسی چیز کو دوسری مرتبہ بنانا آسان تر ہو جاتا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ تم پہلے کیسے پیدا ہوئے۔ کیا اس وقت تمہاری ہڈیاں' گوشت' اس حالت میں موجود تھیں؟

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱)۔ سورۃ یٰسین' ۱۔۳
(۲) یٰسین' ۷
(۳)۔ یٰسین' ۱۱
(۴)۔ یٰسین' ۱۲
(۵)۔ یٰسین' ۲۰۔۲۱
(۶)۔ یٰسین' ۲۶۔۲۷
(۷)۔ یٰسین' ۳۰
(۸)۔ یٰسین' ۳۷۔۴۰
(۹)۔ یٰسین' ۴۷
(۱۰)۔ یٰسین' ۴۷
(۱۱)۔ یٰسین' ۴۹۔۵۴
(۱۲)۔ یٰسین' ۵۵۔۵۸
(۱۳)۔ یٰسین' ۵۹
(۱۴)۔ یٰسین' ۶۰۔۶۲
(۱۵)۔ بخاری شریف
(۱۶)۔ یٰسین' ۳۱۔۳۲
(۱۷)۔ یٰسین' ۷۷۔۸۳